دھول کی چادر

نعیم پاشا

نعیم پاشا کو خود کو شاعر کہلوانا پسند نہیں، مراد صرف یہ کہ مصرے گھڑنا نہ پیشہ ہے نہ باعث عزت۔ وگرنا جس کسی نے ان کا آرکیٹکچر اور مصوری میں کام دیکھا ہے وہ ضرور ان کے تخیل کی پختگی اور شاعرانہ مزاج کی شہادت دے گا۔

پاشا کی شاعری کی نمایاں خصوصیت یہی ہے کہ یہ خالصتاً وارداتِ قلب کی عکاسی کرتی ہے۔ پاشا کو غم عشق کا حوصلہ بھی ہے اور غمِ دنیا کا بھی، اسے خدا کی زمین کا حساب کرنے والوں پر حیرت ہے اور ان انسانوں کی کم مائیگی پر بھی جنھوں نے دل کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ حالانکہ اس کی نظر میں انسان کی دین میں سزا اور جزا دونوں کے حساب شامل ہیں اس شاعری میں زبردستی کی صنّاعی نام کو نہیں، اور ساری پرکاری سادگی میں ہے۔

یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ پڑھنے والا پاشا کے عشق کی تپش اور اس کے درد کی کسک محسوس نہ کر سکے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ پاشا نے اپنے حروف نکھارنے کے لئے کہاں سے ہدایات لیں۔ لیکن ان کا کلام پڑھتے وقت کئی دفعہ خیال آتا ہے کہ کبھی کبیر یا نذیر کی جھلک دیکھی ہے۔ رہی یہ بات کہ پاشا کی آواز میں درد زیادہ ہے اور اظہارِ اطمینان کم تو یہ صرف شاعر کی صداقت کی دلیل ہے۔

آئی۔اے۔رحمٰن

دُھول کے اندر

دُھول کے اندر بِل بَستے ہیں
ان میں میرا بھی اِک گھر تھا
اس میں میری آس بندھی تھی
دُھول میں لِپٹی ماں میری تھی
دُھول میں لپٹا باپ گنوایا
دُھول کھلونا دُھول بچھونا

اب یہ سب بسری باتیں ہیں

اونچے پکّے محل بناؤں
پھر ان میں خود ہی بس جاؤں
کون سی کُنجی کون سے تالے
کون کیواڑ ہیں کون سی دستک
کس کے آگے عرض گزاروں

کون مجھے آزاد کرے گا

بھُولی بات کو یاد کیا کرنا
بھُولی یاد میں کیا رکھا ہے
کون ہے مُورکھ کون سیانا
کس کے آگے ہاتھ پھیلاؤں

کون مجھے آزاد کرے گا

یہ تھا تیری زیست کا رونا
تیرے بس کی بات نہیں اب
بغل دبا اِک دُھول کھلونا

دُھول کی چادر تان کےسو جا

کبھی تیرے کرب کو لے کے ہم

کبھی تیرے کرب کو لے کے ہم
سرِ راہ دشتِ وفا گئے
تو سمٹ کے ساری ملامتیں
گلے یوں ملیں جیسے ہار ہوں

ہمیں تم سے کچھ بھی گِلا نہیں
ہمیں اپنے گھاؤ عزیز ہیں
تمہیں مِل کے جتنے بھی زخم تھے
تمہیں چھوڑ کے ہمیں یوں لگا
وہ جو درد تھا تیرے قُرب میں
وہی آج ہم نے لٹا دیا
تیری یاد کو بھی خبر نہ کی
تیرا درد دل سے بُھلا دیا

یہ ہے اپنے صبر کا بھولپن
کہ تجھی سے تجھ کو مٹا دیا
تیری یاد کو بھی خبر نہ کی
تیرا درد دل سے بُھلا دیا

ہمیں سزا دو

ہمیں سزا دو کے بے گناہ ہیں
گناہ یہی ہے کہ بے گناہ ہیں
ہمیں سزادو
ہمی سے زِنداں میں رونقیں ہیں
ہمیں سزادو
ہمی وہ مجرم ہیں
جن کی بےحس مروّتوں نے
زباں پہ تالے لگا لئے ہیں
ہمیں سزادو
ہمی وہ عاجز ہیں
جن کے اندر کی سرد مہری
اُنہیں جھنجھوڑے تو ہار جائیں
ہمیں سزادو
ہمی وہ غاصِب ہیں
جن کی محروم حسرتوں نے
اُنہی کے اندر پناہ مانگی
تو مل گئی ہے
ہمیں سزادو

جو باصفا ہیں اُنہیں جزا دو
جو حاکموں کو بصَد مَلامت،حکیم جانیں
اُنہیں جزا دو
جوآمروں کی محیطِ شفقت میں رات کاٹیں
اُنہیں جزا دو
جو بے گناہوں کی بےبسی کو سمیٹ کھائیں
اُنہیں جزا دو
جو بند مُٹھی کے چند سِکّوں کو
سُود خوروں میں بانٹ آئیں
اُنہیں جزا دو
ہمیں سزا دو، اُنہیں جزا دو
ہمی ہیں عاجز ہمی ہیں غاصِب
ہمی ہیں مجرم ہمی ہیں محکوم

جو نہ کہو بھی تو مانتے ہیں
جو کہہ بھی دو گے تو کیاکریں گے

دھول کی چادر

میرے جنوں کی ہی دین

میرے جنوں کی ہی دین ہے یہ
میرے جنوں کی ہی دین ہے یہ
کہ اپنے اندر کے دیوتا کو اُدھار جانوں
حقیر جانوں، آلودِ پستی ضمیر جانوں
میں اپنے اندر کے دیوتا کو حساب جانوں
حکیم فطرت کتاب جانوں
یا مفلسی میں سراب جانوں
میں اپنے اندر کے دیوتا کو ثواب جانوں
میں اپنے اندر کے دیوتا کو ثواب جانوں
کہ اُس سے خود ہی سوال کرکے
اُلجھ اُلجھ کے بگڑ بگڑ کے
نکھر گیا ہوں بکھر گیا ہوں
میں اپنے اندر کی ظُلمتوں سے صُلح بھی کرلوں
تو کس بہانے اُنہیں بتاؤں
کہ رت جگے میں حساب سارا الٹ گیا ہے
میرا قرینہ بکھر گیا ہے میرے دریچے اُجڑ گئے ہیں
قطار اندر قطار کرنیں تڑپ رہی ہیں
میری فصیلیں ریزہ ریزہ
ریت کے ڈھیر بن گئی ہیں
میرے جنوں کی ہی دین ہے یہ
میرے جنوں کی ہی دین ہے یہ
کہ اپنے اندر کے دیوتا سے
جزا بھی مانگوں سزا بھی مانگوں
میرے جنوں کی ہی دین ہے یہ
میرے جنوں کی ہی دین ہے یہ

نہ ہم ملے ہی نہ ہم سے بچھڑے

نہ ہم ملے ہی نہ ہم سے بچھڑے
عجب یہ قصۂ عاشقی ہے
جو اب ملے ہیں تو پھر ملیں گے
یہی تو قصۂ زندگی ہے

یہ زندگی بھی عجب ہوئی ہے
کہ جس سے ملنے کی آرزو کی
کہ جس کے پانے کی آس دل میں
کبھی ہوئی ہے
اُسے نہ پایا
یہ زندگی ہے

نہیں بتانا

نہیں بتانا کہ اپنی آنکھوں میں اشکباروں کے قافلے ہیں
نہیں بتانا کہ اپنی راتوں میں صبح روشن کی لَو نہیں ہے
نہیں بتانا کہ دَم نکلنے کی سانس لینے کی آس باقی نہیں رہی ہے
نہیں بتانا

نہیں بتانا کہ اپنے آنگن کے زرد پتوں کا آسرا تھا
کہ سرد جاڑے کی چاندنی میں
کوئی تو آ کے، پیام دے گا
تمام کلیوں کو، کونپلوں کو خبر کرے گا
اِدھر سے گزرو تو سر جھکا کہ گزر نہ جانا
سلام کہنا، کلام کرنا
کہ ہم کو اپنوں کا آسرا ہے
نہیں بتانا

نہیں بتانا کہ اُن کو اپنی خبر نہیں ہے
وہ رو بھی دیں گے تو کانچ شیشوں میں آنسوؤں کی گزر نہیں ہے
نہیں بتانا

بندشیں چاک گریباں سے

بندشیں چاک گریباں سے اب آگے نکل آئی ہیں
آج اُس وقت کہ جب
رات کٹنے میں نہیں
دن کا بھروسہ بے سُود

رات برسات تیری یاد میں
خُنکی خُنکی مدھم مدھم
سُوندھی سُوندھی تیری خوشبو
تیرے ہونٹوں کی ہنسی
تیرے عروسوں کے حجاب

اور اب یوں ہے
تیری یاد بھی آئی نہ کہیں جھرنے پھوٹے
نہ کہیں اوس پڑی اور
نہ کسی سِل پہ کوئی پھول سجایا ہی گیا
تربتیں راہ کا احساس بنی تکتی رہیں
نہ تیرے گام رُکے اور نہ تیرے ہاتھ اُٹھے
برگِ نرگس جو ملیں تم کو اگر
وہ امانت ہیں راہ گیروں کی
بندشیں چاک گریباں سے اب آگے کہاں جائیں گی

وقت

سوچ انسان کو میسر تھی خرد سے پہلے
وقت انسان سے پہلے بھی کہیں ساکن تھا
وقت ساکن تھا پہ مسکن کی خبر تھی اُسکو
وقت میں ساعتِ وقت اس کا تعیُّن ہے خرد کا خاصہ

یہ تو ہے پہ تیری سوچ کا ساماں کیا ہے
تجھ کو کس وقتِ پشیماں کی شناسائی ہے
کون سا وقت ہے، وقتِ دمِ انسان سے پرے
کون سی سوچ ہے جو من کو تن سے دور کرے

وقت کو حرکتِ امکاں سے نوازا کس نے
وقت کو ساکنانِ دھر سے ملایا کس نے
کون سی سوچ حقیقت تھی جو انسان بنی
کون کب کیا ہوا اس کی جسارت تھی کسے

(نامکمل)

کیوں ہم پہ مَلامَت ہے

کیوں ہم پہ مَلامَت ہے لبِ یار کی خوشبو
کیوں ہم کو نوازا ہے تیرے درد نے اتنا
کیوں ہم کو تہ تیغ کیا تیری جفا نے
کیوں ہم کو گوارہ نہیں اظہارِ تمنّا

کہدو کہ میرے درد کو درماں نہیں ملتا
کہدو کہ تیری چاہ میں اظہار نہیں ہے
کہدو کہ تجھے گردشِ ایّام نے مارا
کہدو کہ میں اب تیرا طلب گار نہیں ہوں

ہاں یہ بھی غنیمت ہے کے دن بیت رہے ہیں
ہاں یہ بھی عنایت ہے کہ دل درد سے پُر ہے
ہاں یہ بھی حکایت ہے سرِدار وفا ہے
ہاں یہ بھی حقیقت ہے کہ تم بھول رہے ہو

اے دوست تیرے دکھ کا مُداوا نہ بن سکے
اے دوست تیری زیست کو سُلجھا نہ پائے ہم
اے دوست ہمیں ترکِ تعلق نہیں کھَلتا
بس ایک شکایت ہے کہ تم ہم کو سمجھتے
بس ایک مَلامَت ہے کہ کیوں ہم نے نہ جانا

من وِچ مُورت

من وِچ مُورت دل وِچ مندر
واعظ نصیتاں
جِند روندی کُرلاندی
سمندر ٹھاٹھاں مارے

تیرا جُگ نئیں بڑناں

میں کملی میرا ہاں وی کملا
میرے طورطریقے سودایاں والے
وِچ کٹھرے وَنج کھلوتی
پَئی روواں تے کُرلاواں
لوکی نَت تریکاں پاندے

تیرا جُگ نئیں بڑناں

سن یار سلیقہ سمجھیں
تَنوں اک نصیت لاواں
چھڈ واعظ وظیفے
چھڈ وید کتاباں
بُقل مار شریفاں والی
گوٹھ مار کنارا کرلے
چھڈ جال عنابی بڑنیں

تیرا جُگ نئیں بڑناں

یہ جو سوچ راہِ طلب

یہ جو سوچ راہِ طلب کی ہے
اُسے زندگی کا حساب دو
یہ جو راستے کی فصیل ہے
اُسے دشمنوں کی نظر کرو
یہ جو دل وجاں کا امین ہے
اسے اپنا آپ بھی سونپ دو
میرے دوستوں کو گلا ہے کیا؟
میرے دشمنوں کو دلیل دو
یہ جو ہے تو تیرا کرم ہے کیا؟
جو نہیں تو اس کا حساب دو
یہ جو کج روی ہے زماں کی
اس سے اپنا آپ چھپا رکھو

اُنہیں قاتلوں کی نظر کرو
مجھے زندگی کا حساب دو

پیار کی قسمیں

رات پھر ہم نے تیرے پیار کی قسمیں کھائیں
رات پھر ہم نے تیری یاد سے باتیں کی ہیں
تجھ سے وعدے بھی کیئے، تجھ سے تقاضے بھی کیئے
تجھ سے تکرار بھی کی تجھ سے تمنا بھی کہی
صبح ہوتے ہی تمہیں بھول گئے

بند دروازہ

میں تو انسان کی ملامت ہوں، بنددروازہ
مجھ سے نہ میری فضیلت پوچھو
مجھ کو نہ دوستوں کی قربت ہے
مجھ سے نہ دشمنوں کو دھڑکا ہے
مجھ میں نہ حوصلہ ترکِ حصول
ترکِ دنیا کا حوصلہ بھی نہیں
میں تو انسان کی ملامت ہوں، بنددروازہ
نہ کرو مجھ سے درد کی باتیں
نہ سنو مجھ سے پیار کے دوھے
نہ کہو مجھ سے یار کے نغمے
پیار کی بات نغمہ گر لوگو
میں نے سوچی نہ کہی
میں تو انسان کی ملامت ہوں، بنددروازہ
تجھ سے اے دردِدل یار یہ کہنا ہو گا
کون سےدیس میں ہوں گے نئ دنیا ہو گی
ہم جو مل بیٹھے لبِ یار پہ گریا ہو گا
پیار کی باتیں سنیں گے تو مچل جائیں گے
تجھ سے اے دردِدل یار یہ کہنا ہو گا
'اک ذرا صبرکہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں'☆

☆(فیض احمد فیض)

تیری راہ تکنا ہاں

سوچاں دے لمبے گُنجل تاگے
ٹُوٹن تے ٹُوٹدے جاَون
خیال ٹُوٹدے تے ٹٹ کے فِر جُڑ جاندے
تیرا سانج پلیکھا سُولاں
تیرے راہ دے بنّے ڈوگیاں باڑیاں
سب ڈُب گئیاں چن فِر وِی نہ ڈوبیا
تیری راہ تکنا ہاں

ٹھنڈیاں واؤاں بوئے پنّن
تے ساہ رُک رُک تھم تھم آوے
تیری جھانجر واج نہ ماری
تیری راہ تکنا ہاں

اِس انّی نگری دے وِچ
اِک انّا سوٹے مارے
اودھی اپنی راہ تے کھنجدیوں کھنج گئی
ساڈی راہ دے نقش مٹاوے
تیری راہ تکنا ہاں

لیکھاں وِچ لکھ کے چُکےّ دیویں
نال کرم دی تونس وی پاویں
کرماں والیا ڈاڈیا ربّا
٭ ''چھڈ دے ویَر کمانے چھڈ دے سنگت آریاں،،
تیری راہ تکنا ہاں

راہ تکدیاں تکدیاں تھک کے
چھاں کِکر ھنیرا ہوئی
چن ڈبدیوں ڈبدیوں ،ڈوبیا

تیری یاد نے رات جگائی تے
تو فِر وی نہ آئی
تیری راہ تکنا ہاں

٭ ''بابا بُلھے شاہ،،